

۱۹۵۲ء میں جب ادارے نے اٹھارہ سی ایم کے کام کا آغاز کیا تو چند پرانی سی ایمیں تھی۔ اب جدید ترین مشینیں نصب ہیں اور اعلیٰ ترین معیار پر اٹھارہ سی ایم کام انجام پا رہا ہے۔ ستمبر ۱۹۸۲ء میں تیرہویں "ورلڈ سینٹے کوئٹل کانفرنس" نیروبی میں منعقد ہوئی تو اس کی جملہ اٹھارہ سی ایم و طباعتی ضرورتیں ادارے نے پوری کیں۔ (دی اسٹینڈرڈ۔ نیروبی، ۲۸ نومبر ۱۹۹۲ء)

## ایشیا

### پاکستان و آل پاکستان کیتھیٹیکل کانفرنس اورادو نظارشات

[عالم اسلام اور عیسائیت" بابت ماہ اگست ۱۹۹۲ء میں جس "کل پاکستان کانفرنس برائے مذہبی تعلیم (All Pakistan Catechetical Conference) کی اطلاع دی گئی تھی، وہ پروگرام کے مطابق ۲۶ سے ۳۰ اکتوبر تک پائٹل انسٹی ٹیوٹ ملتان میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس نے جو قرارداد اور سفارشات منظور کیں، پائٹل انسٹی ٹیوٹ ملتان کے مجلہ "اچھل چڑھا" سے ذیل میں نقل کی جا رہی ہیں۔] ایک سال کی ان محکمہ تیاری کے بعد پہلی آل پاکستان کیتھیٹیکل کانفرنس پائٹل انسٹی ٹیوٹ ملتان میں منعقد ہوئی۔ جس کا اہتمام نیشنل کیتھیٹیکل کمیشن نے کیا تھا۔ کانفرنس کا افتتاح عزت ماب لونی جی برین پاپائی سفیر کے دست مبارک سے ہوا۔ کانفرنس میں کل ۶۳ مندوبین شریک ہوئے۔ جن میں ۵ بپ صاحبان، ۱۵ کاہن، ۱۳ راہبات، ۳ برادر صاحبان، ۶ ستاد صاحبان، ۲۰ عامۃ المؤمنین شامل تھے۔ میجرز ریگس سپر رز کانفرنس اور کرائسٹ دی کنگ سیمز کے نمائندگان کے علاوہ چھ اسقفیائی کمیشن شریک ہوئے۔ کانفرنس کے اختتام پر مسیحی رسالت کے لیے آٹھ سالہ ایک مجوزہ لائحہ عمل مشترکہ طور پر منظور کیا گیا۔

تعمیر

ہم پاکستان کی چھ ڈیویزیوں کے مندوبین اس کانفرنس کے سلسلے میں ملتان میں ۲۶ سے ۳۰ اکتوبر جمع ہوئے ہیں تاکہ اکیسویں صدی میں مسیحی تعلیم کے تقاضوں پر غور کر سکیں۔ ہم نے تبادلاً خیالات، شراکت اور لطوریاتی عبادات میں زندہ مسیح کی موجودگی کا تجربہ کیا ہے جو ہمیں اکیسویں صدی میں مسیح کے پیغام کی ترسیل میں اپنی بلاہٹ کا ادراک حاصل کرنے کے لیے بلاتا ہے۔ عزت ماب سی۔ سپر انجن برائے کلر جی اور بپ ہے۔ اوہاک انجن برائے بشارت اقوام کے پیغامات نے

ہمیں جلا بخشی اور ہماری کاوشوں کی پذیرائی کی ہے۔ ہم نے پہلے سے کہیں زیادہ شدت سے یہ محسوس کیا کہ کلیسیا کی زندگی اور رسالت و خدمت میں مسیحی تعلیم ناگزیر اور مرکزی کردار ادا کر سکتی ہے۔

بنیادی اصطلاح "علم المسیحی تعلیم"

ہم علم المسیحی تعلیم کی اصطلاح کی تشریح کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اس سے ہماری مراد ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ہم خدا کے پیغام کو ایمان داروں کی جماعت تک منتقل کرتے ہیں۔ تاکہ ان سے شخصی ایمان، فعال گواہی اور متحرک نشوونما پاسکے۔ مسیحی تعلیم کو محض اسکول کی حد تک محدود نہ رکھا جائے۔ بلکہ اس کا دائرہ کار وسیع اور جامع زندگی پر محیط ہونا چاہیے۔ اور اس کا ربط انسان کی ہمہ گیر شخصیت سے ہو۔

اور مسیحی تعلیم کو اپنے مخاطبین کے ثقافتی اور معاشرتی ماحول کے مطابق ڈھالا جانا چاہیے۔ مسیحی تعلیم تہجد کے تناظر میں سمجھی جانی چاہی یعنی مسیحی تعلیم کا نقطہ آغاز انسان ہے۔ وہ جس اور جیسے بھی ماحول سے ہو۔

مسیحی تعلیم کا نصب العین انسان کے انسان، خدا کے ساتھ تعلقات کی گہرائی اور زندہ مسیحی جماعت کی تشکیل کرنا ہے جو خدا کی بادشاہی کا نمونہ اور گواہ بنے۔

مسیحی تعلیم کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیتے وقت ہم نے ان بے شمار مثبت اقدامات کو سراہا جو گزشتہ سو برسوں کے دوران کیے گئے ہیں اور جن کے وسیلے ہمارے لوگوں کو ایمان کی نشوونما میں مدد ملی۔ ہم ان پاسپائل، رہبانہ جماعتوں، مشیران انجیل، مسیحی معلمین اور والدین کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے لوگوں کے ایمان کی تشکیل میں مدد دی۔ ہم نیشنل کینیڈین ٹیکٹل کمیٹیوں کی گزشتہ پچیس سالہ خدمات کو بھی سراہتے ہیں۔ خصوصاً ان خدمات کو جو اس نے نصاب سازی کے سلسلے میں سرانجام دی ہیں۔ البتہ ہم نے اس امر کو بھی شدت سے محسوس کیا ہے کہ ہمارے لوگوں کی ۸۰ فیصد آبادی مسیحی تعلیم کی جدت اور منظم طریقہ ہائے کار کی متقاضی ہے تاکہ مسیحی تعلیم کے اہم تقاضوں کو پورا کیا جاسکے۔

مستقبل کے چیلنج

تبادلہ خیال کے دوران میں ہم نے محسوس کیا کہ ہماری کلیسیا کو بے شمار تقاضوں کا سامنا ہے۔ ۱۹۸۳ء سے ہم اسلامی جمہوریہ کے ماحول میں اپنے ایمان کی گواہی دے رہے ہیں اور گزشتہ ۱۵ برسوں کے دوران اسلامائزیشن کے عمل نے ہماری سیاسی، سماجی اور خاندانی زندگی کو بے حد متاثر کیا ہے۔ ۱۹۷۳ء میں مسیحی تعلیمی اداروں کے قومیاے جانے کے عمل نے ہمارے بچوں کو ایمان کی

تربیت کے بنیادی حق سے محروم کر دیا۔ سیکرٹریل سچے غیر مسیحی اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں۔ جہاں مسیحی تعلیم کی تدریس ناپید ہے۔

صنعت کاری کی طرف بڑھتے ہوئے رجحان نے ہمارے لوگوں اور ماحول پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ بے شمار خاندان دیہات سے بڑے صنعتی شہروں کا رخ کر رہے ہیں جہاں وہ غربت اور پس ماندہ ماحول میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور انہیں اپنے ایمان کے مطابق زندگی گزارنے میں لاتعداد مشکلات درپیش ہیں۔ وہ اپنا بیشتر وقت دو جگہوں پر ملازمت کرنے میں صرف کرتے ہیں اور نتیجتاً بچوں کی مسیحی تعلیم و تربیت کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ بنیاد پرست فرقے ہمارے بے شمار مومنین کو مختلف جھگڑے سے کر کلیسیا سے دور لے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ تعلیم یافتہ لوگ بھی مشکلات اور گھمراہیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ابلاغ عامہ کے اثرات ہمارے سامنے ایک بڑا چیلنج بن کر ابھر رہے ہیں۔ ٹی وی، وی سی آر، سیٹلائٹ ابلاغ ہمارے عقائد، رویے اور اخلاق پر اچھے اور برے دونوں اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ قبائلی لوگوں کے مابین کلیسیا کو تعلیم اور بشارتی عمل میں مسلسل چیلنج درپیش ہیں جن کے لیے نئے اور ایسے طریقہ ہائے کار کی ضرورت ہے جو ان کے مقامی حالات، ثقافت اور ضروریات کے مطابق ہوں۔

ایک اور چیلنج جو ہمیں درپیش ہے۔ وہ آبادی کے تناسب کے لحاظ سے ایمان کے معلمین اور محرکین کی تعداد کے ناکافی ہونے کا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس چیلنج کا سامنا کرنے کے لیے عامۃ المؤمنین اور خاص کر والدین کو اپنے بچوں کی تعلیم میں سرگرم اور ذمہ دار کردار ادا کرنے کے لیے شامل کیا جائے۔

لاحقہ عمل کے لیے تجاویز

مسیحی تعلیم کے سلسلے میں ہم عمر تفاضل کا مقابلہ کرنے کے لیے ہم "نئے انسان" کی تعلیم و تربیت کی بدولت نئے آسمان اور نئی زمین کے قیام کے رویا دیکھ رہے ہیں۔ ایک ایسا انسان جو خدا کی بلاشبہت کی اقدار امن، محبت، سچ، انصاف اور آزادی کو محسوس کرنے کا اہل ہو۔ لہذا ہمیں اپنی اپنی ڈیوٹیز میں گواہی دینے والی اور پیغمبرانہ کردار ادا کرنے والی کلیسیا کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔

۱۔ تجویز کیا جاتا ہے کہ تاریخی تبدیلی وجود میں آنے کے لیے مسیحی تعلیم، اسکول، مسودے گھر محور تعلیم کی جانب گامزن ہو۔ مسیحی تعلیم و تربیت کی پہلی درس گاہ گھر اور خاندان ہے۔ اب وقت آن پہنچا ہے کہ والدین اپنی بلاشبہت کو محسوس کرتے ہوئے مسیحی ایمان اپنے بچوں کو مستقل کریں۔ کیونکہ وہی بچوں کے

سپلے معلم اور مبشر ہیں۔ وہ خاندان میں ایک دوسرے کو بشارت دیں۔ گھر میں مناسب، موزوں اور موثر مسیحی ماحول پیدا کریں اور ضروری مذہبی رسومات اور خاندانی واقعات کو متانیں۔

۲۔ مسیحی تعلیم پیرش جماعت کی بھی اہم ترجیح ہونی چاہیے جس کے توسط سے پاسپائل اور ایمان کے واعظوں کی بدولت ممکن ہو سکتا ہے۔ پیرش پریسٹ کو چاہیے کہ وہ والدین کی ایک بشارتی جماعت تشکیل دے جو دیگر والدین کو ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں تعلیم دے اور اس امر میں خواتین کی شمولیت کو یقینی بنایا جائے۔ ان رضا کار معلمین کی تربیت کا اہتمام ڈیوٹیس کی کیٹیگریٹیکل ٹیم کے ذمہ ہو۔

۳۔ ہمارے مبشران انجیل کو چاہیے کہ وہ مسیحی تعلیم کی تدریس کو اپنی بنیادی ذمہ داری تسلیم کریں۔ نظام کو تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔ جو ایمان کی تربیت کرنے میں مبشران انجیل کے کام میں حامل نہ ہو۔ اور متاد صاحبان کو بیک وقت بے شمار خاندانوں کی چوپانی ذمہ داری نہ سونپی جائے، تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے انجام دے سکیں۔

۴۔ اسکولوں میں مسیحی تعلیم کو مزید بہتر بنانے کی ضرورت ہے اور اسکول کے سربراہ کو چاہیے کہ وہ مسیحی تعلیم کے لیے تربیت یافتہ اور ایمان سے بھرپور اور متحرک اساتذہ مقرر کرے جنہیں اسباق میں اخلاقی قدروں اور مثبت رویوں کی تعلیم دیں۔

۵۔ ان تھویرز کے حصول کے لیے مسیحی تعلیم کے معلمین کی تربیت لازمی ہے۔ ہمیں مسیحی تعلیم کے ماہرین کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ایسے الیاتی اداروں کی ضرورت ہے جو عامۃ المؤمنین کی ملکی سطح پر تربیت کر سکیں۔ پاکستان میں عامۃ المؤمنین کی الیاتی تعلیم و تربیت کے لیے ایک قومی ادارے کے قیام کی ضرورت کو محسوس کیا گیا۔

۶۔ سیمینریوں اور راہبانہ جماعتوں کی تربیت گاہوں کا رخ مستقبل کے تقاضوں کا سامنا کرنے کی جانب موڑنا چاہیے۔ اس کے لیے انہیں اپنے طالب علموں کے ذہن و سوچ میں، رویوں میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ کلام کی خدمت کے لیے عمر کے لحاظ سے مختلف گروہوں کو مسیحی تعلیم میں شامل کرنے کی ضرورت ہے جن میں نئے اور جدید دور کے طریقہ ہائے تدریس اور تدریسی مواد پر زور دیا جائے۔

۷۔ موجودہ ایکٹرونک ابلاغ ثقافت کو ہماری ایمانی تربیت کا حصہ بننا چاہیے۔ مسیحی تعلیم کے معلمین کے لیے سمعی و بصری مواد مہیا کیا جائے۔ اور ساتھ ساتھ روایتی اور ثقافتی ذرائع ابلاغ کو استعمال میں لایا جائے۔ مثلاً ڈراما، لوک موسیقی اور پتلی تراشا وغیرہ۔

۸۔ ہم نے تجویز کیا کہ کافرئس کے دوران مسیحی تعلیم کی تجدید کے لیے ایک لائحہ عمل تیار کیا جائے اور اس پر تبادلہ خیال کیا جائے اور اسے حتمی شکل دے کر ہر ڈیوٹیس میں منظور کیا جائے اور مشترکہ نصب العین یعنی چھوٹی اور متحرک مسیحی جماعتوں کے ذریعے خدا کی بادشاہت کی تعمیر پورے جوش و جذبہ سے عمل میں لائے۔

ہم صدقِ ملی سے سفارش کرتے ہیں کہ آئندہ سال کے دوران ہشپ کانفرنس اور کیٹیکٹیکل کمیٹیشن کے تعاون سے مسیحی تعلیم و تدریس کے لیے قومی سطح پر ایک جامع منصوبہ تیار کیا جائے تاکہ اکیسویں صدی میں ایمان کی تعلیم کی تربیت کو مربوط اور منظم طریقے سے چلایا جاسکے۔

نتی بشارت کے لیے دعا

اس سحرے میں پوپ جان پال دوم کی نتی بشارت کے جذبے کے تحت ہم امید اور دعا کرتے ہیں کہ آل پاکستان کیٹیکٹیکل کانفرنس ہماری کلیسیا کے لیے فضل کا وسیلہ اور مرکب بنے، کہ وہ اکیسویں صدی کے تقاضوں کا امید اور حوصلے سے مقابلہ کر سکے۔ آئیں مل کر کانفرنس کے مشترکہ ورکن کے لیے کام کریں۔ یعنی مسیحی خداوند یسوع کی اس خواہش کو عملی شکل دیں کہ "اسے باپ تیری بادشاہی آئے۔"

### دعا کی اجتناب

۲۱ دسمبر ۱۹۹۲ء کو قومی اسمبلی کے مسیحی رکن اور پاکستان مسیحی پارٹی کے رہنما جناب جے۔ سالک نے میداں پاکستان (لاہور) کے سبزہ زار میں ایک مشترکہ دعائیہ اجتناب کا اہتمام کیا۔ انہوں نے اجتناب سے قبل اپنی اہلیل پر ایک لاکھ افراد کے جمع ہونے کا دعویٰ کیا تھا گو یہ تعداد تو پوری نہ ہو سکی تاہم معروف سماجی کارکن جناب عبدالستار ایدھی، جناب جے۔ سالک کی دعوت پر اجتناب میں بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے۔ ان کے علاوہ جناب حنیف رامے، خاکسار تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ الشرفی کے صاحبزادے جناب حمید الدین شرفی اور معروف شاعر قتیل شفائی نمایاں مسلمان مقررین میں شامل تھے۔

جناب حنیف رامے نے اپنی تقریر میں کہا "اے خدا! مندرول، مسجدوں، گرجاؤں اور گرو داروں سے باہر نکل آ۔" انہیں اس بات پر شکوہ تھا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کا اندراج جیسے واقعات کیوں ہو رہے ہیں۔ جناب حمید الدین شرفی نے کہا کہ وہ "جے۔ سالک کے ساتھ ہیں۔ باری مسجد کی شہادت حکومت کی ناکام خارجہ پالیسی کی منظر ہے۔" جناب قتیل شفائی نے دعائیہ لقمہ پیش کرتے ہوئے کہا "اے خدا! ہمیں اپنے بندوں سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرما۔" مہمان خصوصی جناب عبدالستار ایدھی نے دعا کرتے ہوئے فرمایا "اے اللہ! ہمیں استحصالی معاشرے سے نہات دلا۔ غریبوں اور مظلوموں کی مدد کرنے کی توفیق دے۔"

اس اجتناب کے موقع پر پنڈال سے باہر لوگ بیڑا اٹھائے ہوئے تھے جن پر "باری مسجد کی